مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

قتادہ رح کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ہر نبی کو
حسین صورت اور حسین آواز والا مبعوث فرمایا ہے اسی طرح
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسین صورت اور جمیل آواز والے تھے۔
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف (گانے
والوں کی طرح) آواز بنا کر نہیں پڑھتے تھے۔

شمائل ترمذی صد ۲۶۸

جلد ۳

۲۴ تا ۳۰ ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۱ تا ۲۷ ستمبر ۱۹۸۴ء

شمارہ ۱۴

خصائل نبویؐ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا ذکر

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی رح

فائدہ ۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح سوتے تھے ۔ سوتے وقت کیا کیا پڑھتے تھے ۔ اس باب میں چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں

۱ حدثنا محمد بن المثنی انبانا عبد الرحمٰن بن مهدی انبانا اسرائیل عن ابی اسحٰق عبد اللہ ابن یزید عن البراء بن عازب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اخذ مضجعه وضع کفه الیمنی تحت خده الایمن وقال رب قنی عذابك یوم تبعث عبادك۔ حدثنا محمد بن المثنی انبانا عبد الرحمٰن اسرائیل عن ابی اسحٰق عن ابی عبیدۃ عن عبد اللہ مثله وقال یوم تجمع عبادك۔

ترجمہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب وقت آرام فرماتے اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے تھے اور یہ دعا پڑھتے ۔ رب قنی عذابك یوم تبعث عبادك ۔ اے اللہ مجھے قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچائیو ۔

فائدہ حصن حصین میں ہے کہ تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے تھے دوسری حدیث میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عام معمول جس کو متعدد حضرات نے سنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونے کے باوجود اس قسم کی دعاؤں کو پڑھنا یا اظہار عبدیت کے لیے ہوتا تھا کہ بندگی کا مقتضیٰ مولےٰ سے مانگنا ہی ہے یا امت کی تعلیم کے لیے ، اس حدیث سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں کروٹ پر سونا معلوم ہوتا ہے اور یہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول تھا اسی وجہ سے دائیں کروٹ پر سونا مستحب بھی ہے اور اس میں ایک طبی مصلحت بھی ہے ۔ وہ یہ کہ آدمی کا دل چونکہ سینہ کی بائیں طرف ہوتا ہے اس لیے دائیں کروٹ پر سونے سے وہ اوپر رہتا ہے اور استغراق کی گہری نیند نہیں آتی بلکہ آدمی چوکنا سوتا ہے اور اگر بائیں کروٹ پر سوتا ہے تو دل نیچے کی جانب ہوتا ہے اور اس صورت میں گہری نیند آتی ہے اس وجہ سے بعض اطباء نے بائیں جانب سونے کو اچھا بتایا ہے کہ گہری نیند آنے سے ہضم بہتر ہوتا ہے اور یہ صحیح ہے لیکن اس میں ایک مضرت بھی ہے جس طرف ان کا ذہن نہیں گیا ۔ وہ یہ کہ جب دل نیچے کی جانب ہوگا تو تمام بدن کا زور اس پر پڑے گا اور بدن کا مواد اس پر اثر کرے گا ۔ دل اعضائے رئیسہ میں اہم عضو ہے اس پر مواد کا تھوڑا سا اثر ہونا بھی بہت سے امراض کا سبب ہے اس لیے بائیں کروٹ پر سونے میں اگر طبی مصلحت ہے تو ایک طبی مضرت بھی ہے اور مضرت سے بچنا زیادہ اہم ہے اس لیے طبی حیثیت سے بھی دائیں کروٹ پر سونا بہتر ہے اس کے علاوہ دائیں کروٹ پر لیٹنا موت کے بعد قبر میں لیٹنے کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور موت کو یاد کرنے کا حکم بھی ہے اور دینی و دنیوی بہت سے فائدے موت کو یاد رکھنے سے حاصل ہوتے ہیں ۔ آدمی کو چاہیے کہ اس لذتوں کے ختم کر دینے والی چیز کو کثرت سے یاد کیا کرے اور حق تو یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کو کیسے بھولے جو بہر حال آنے والی ہے نہ معلوم کب آجائے ۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

جلد نمبر ۳

ختم نبوت

شمارہ نمبر ۱۴

فہرست

۱ — خصائل نبوی ﷺ — حضرت شیخ الحدیث ؒ (۲)

۲ — جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمہ کے اساتذہ کا دورۂ پاکستان — رپورٹ منظور احمد الحسینی (۴)

۳ — ابتدائیہ — عبدالرحمٰن یعقوب باوا (۵)

۴ — بہشتی مقبرہ ۔ فریب کا دھندہ — مولانا تاج محمد صاحب (۷)

۵ — ختم نبوت فی الکلمۃ الطیبہ

۶ — جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کا خط ایڈیٹر ختم نبوت کے نام

۷ — مولانا انور شاہ کشمیری اور علامہ اقبال ۔ — مولانا عبدالرحمٰن کوندو (۲۰)

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

فی پرچہ

دو روپیہ

فون نمبر

۷۱۱۶۷۱

بدل اشتراک

سالانہ — ۷۰ روپے

ششماہی — ۴۰ روپے

سہ ماہی — ۲۰ روپے

مدیر مسئول

عبدالرحمٰن یعقوب باوا

مجلس ادارت

مفتی احمد الرحمٰن

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر

مولانا بدیع الزمان

مولانا منظور احمد الحسینی

شعبۂ کتابت

محمد عبدالستار واحدی

ناشر

عبدالرحمٰن یعقوب باوا

طابع : کلیم الحسن نقوی انجمن پریس کراچی

مقام اشاعت : A/۲۰ سائرہ مینشن ایم ۔ اے جناح روڈ ۔ کراچی ۔

بدل اشتراک

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب	۲۱۰ روپے
کویت ، او مان ، شارجہ ، دوبئی ، اردن اور شام	۲۲۵ روپے
یورپ	۲۹۵ روپے
آسٹریلیا ، امریکہ ، کینیڈا	۲۷۰ روپے
افریقہ	۳۱۰ روپے
افغانستان ، ہندوستان	۱۶۵ روپے

رابطہ دفتر

مجلس تحفظ ختم نبوت

جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ

پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی ۳

پاکستان کے عربی طلباء ذی استعداد ھیں

ہمیں پاکستان آکر انتہائی خوشی ہوئی، الدکتور محمد المرسی

جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمہ اور وفاق المدارس پاکستان کے باہمی تعاون سے شروع ہونے والا دورہ تدریب اللغۃ العربیہ اختتام پذیر ہوگیا

جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمہ اور وفاق المدارس کے باہمی تعاون سے ۸ر شوال المکرم ۱۴۰۴ھ سے شروع ہونے والا دورہ تدریب اللغۃ العربیہ مورخہ ۲۵ر ذی قعدہ بروز جمعرات اختتام پذیر ہوگیا۔ دورہ میں کامیاب ہونے والے طلبہ کے درمیان جامعہ ام القریٰ کی طرف سے اسناد تقسیم کی گئیں۔ جامعہ فاروقیہ میں ایک مختصر تقریب منعقد ہوئی۔ پونے دس بجے جب جامعہ ام القریٰ کے اساتذہ کرام تشریف لائے۔ تو اقرأ روضۃ الاطفال کے ننھے بچے اور بچیوں نے اساتذہ کرام کو پھولوں کے گلدستے پیش کیے۔ جب کہ دورہ تدریب اللغۃ العربیہ میں شریک ہونے والے علماء اور جامعہ فاروقیہ کے طلبہ نے مہمانان گرامی کو أهلاً وسهلاً مرحبا کہا۔ اساتذہ کرام کے پہنچتے ہی دار الحدیث میں تقریب کی کاروائی باقاعدہ شروع ہوگئی۔ اساتذہ جامعہ ام القریٰ، صدر وفاق المدارس مولانا محمد ادریس کے علاوہ ناظم اعلیٰ وفاق المدارس مولانا سلیم اللہ خان، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، مولانا جمیل خان اساتذہ کرام جامعہ فاروقیہ کافی تعداد میں موجود تھے۔

تقریب اسناد کا آغاز مولانا قاری عبیداللہ مردانی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعد ازاں نائب الرئیس جامعہ ام القریٰ الشیخ الدکتور محمد المرسی الحارثی اور الدکتور عثمان المرشد نے وفاق المدارس کے تمام علماء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں یہاں آکر انتہائی مسرت ہوئی۔ یہاں کے طلباء الحمدللہ ذی استعداد ہیں ہم انشاء اللہ ہر سال آنے کی کوشش کریں گے۔ آپ کے بعد ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب نے جامعہ ام القریٰ کے نائب رئیس اور تمام اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کیا۔ اور برصغیر میں علمائے دیوبند کی خدمات اور قربانیوں پر بھرپور روشنی ڈالی۔ دریں اثنا دورہ تدریب اللغۃ العربیہ میں شریک ایک طالب علم نے ایک الوداعی عربی قصیدہ پیش کیا۔ اس پر تمام اساتذہ نے مذکورہ طالب علم کی حوصلہ افزائی کی۔ جامعہ اُم القریٰ کے نائب رئیس جناب دکتور محمد المرسی الحارثی نے کامیاب ہونے والے طلباء میں اسناد تقسیم کیں۔ طلباء کی مجموعی تعداد ۹۸ تھی۔ جن میں ۳۷ طلبہ درجہ علیا میں پاس ہوئے جن میں سے چار طلبہ اوّل (ممتاز) پوزیشن قرار دیئے گئے جب کہ ۴۵ طلبہ درجہ وسطیٰ (جیّد) اور ۱۶ درجہ ادنیٰ (مقبول) میں پاس ہوئے۔ آخر میں مولانا محمد ادریس صاحب صدر وفاق المدارس کی دعا پر یہ پُررونق تقریب ختم ہوگئی۔ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے جن اساتذہ کرام نے مندرجہ بالا کورس پڑھانے میں حصہ لیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

الدکتور عبدالواحد سلیم، الدکتور رشدی احمد طعیمہ، الدکتور عثمان الرشد، الدکتور سعد الغامدی، الدکتور فضیلت الاستاذ محمد ابراہیم شبیم، فضیلت الاستاذ محمد القرشی

علاوہ ازیں ۱۶ر اگست ۸۴ء بروز جمعرات ان اساتذہ کرام نے جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، اقراء روضۃ الاطفال ناظم آباد اور دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کا تفصیلی دورہ کیا۔ مجلس کی طرف سے تمام اساتذہ کرام کی خدمت میں ردقادیانیت پر عربی میں کتب کے سیٹ اور ہفت روزہ ختم نبوت پیش کیا گیا۔ جبکہ بنوری ٹاؤن میں مدیر الدعوہ نے طلبہ کرام سے خطاب کیا۔

ابتدائیہ

یہ سراسر ظلم ہے

"اسلام آباد (نامہ نگار) پاکستان کے بین الاقوامی شہرت کے حامل سائنس دان ڈاکٹر اے کیو خاں کو ملک و ملت کے لیے شاندار خدمات کے صلے میں دیا جانے والا ملک کا اعلیٰ ترین اعزاز سرخ فیتے کی نذر ہوگیا ہے۔ باخبر ذرائع کے مطابق صدر مملکت نے خواہش ظاہر کی تھی کہ یورینیم کو طاقت ور بنانے کے سلسلے میں ڈاکٹر اے کیو خاں نے جو عظیم خدمات انجام دی ہیں ان کے پیش نظر انہیں ملک کا اعلیٰ ترین اعزاز ملنا چاہیئے چنانچہ اس سلسلہ میں کیبنٹ ڈویژن کے متعلقہ حکام نے ان کی زندگی اور کامیابیوں کے بارے میں کوائف بھی جمع کر لیے تھے لیکن اگست کے پہلے ہفتہ میں جب سول اعزاز پانے والوں کی فہرست کو حتمی شکل دی جا رہی تھی کیبنٹ ڈویژن کے ایک اعلیٰ افسر نے حکومت کو ان خدشات سے آگاہ کیا کہ ڈاکٹر اے کیو خاں کو اعلیٰ ترین اعزاز دینے سے ایک بڑی طاقت اپنی ناراضگی کا اظہار کر سکتی ہے۔ چنانچہ ان کا نام اعزاز پانے والوں کی فہرست سے خارج کر دیا گیا"!

(روزنامہ جنگ لاہور ۲ ستمبر ۸۴ء)

اگر یہ خبر واقعی درست ہے تو پوری قوم کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ملک میں بیورو کریسی کی گرفت بڑی مضبوط ہے اور انہی کا راج ہے۔ کیونکہ یہاں صدر مملکت کی خواہش تک کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے کیا ہم ان حالات میں یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ ملک میں نفاذ اسلام کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے گا!

عالمی شہرت یافتہ ایک مسلمان سائنس دان ڈاکٹر اے کیو خاں سے ہماری کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔ امت کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے ان کی خدمات پر ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں ان کو ملک کی خدمات پر سول اعزاز نہ دیا جانا ——— ان کے ساتھ سراسر ظلم ہے۔

ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ایک مخصوص طائفہ ڈاکٹر اے کیو خان کو برداشت نہیں کرتا اور ان کی کامیابیوں اور شہرت سے خوفزدہ ہے اس لیے انہیں آگے لانا نہیں چاہتا کہ کہیں بین الاقوامی مارکیٹ میں قادیانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام کی قیمت نہ گر جائے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ قادیانیوں کی شرارت ہے وہ اپنے آلہ کار کے ذریعے ڈاکٹر اے کیو خاں سے اس انٹرویو کا انتقام لینا چاہتے ہیں جو انہوں نے ہفت روزہ چٹان لاہور کو دیا تھا جس میں انہوں نے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو نوبل انعام ملنے کی حقیقت واضح کر دی تھی۔

ہمارا مطالبہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کو ان کی شاندار ملکی خدمات کے صلے میں ملک کا اعلیٰ ترین اعزاز دیا جائے۔

طالبِ آخرت کا قلب مطمئن رہتا ہے اور طالبِ دنیا کا دل پراگندہ اور غیر مطمئن

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص کی نیت اور اس کا مقصد اصلی اپنی سعی و عمل سے آخرت کی طلبی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ غنا (قلبی اطمینان، اور مخلوق کی نا محتاجی کی کیفیت) اس کی دل کو نصیب فرمائیں گے اور اس کے پراگندہ حال کو درست فرمادیں گے اور دنیا اس کے پاس خود بخود ذلیل ہو کر آئے گی اور جس شخص کی نیت اور اپنی سعی و عمل سے جس کا خاص مقصد دنیا طلب کرنا ہو گا اللہ تعالیٰ محتاجی کے آثار بیچ پیشانی میں اور اس کے چہرے پر پیدا کر دیں گے (جس کی وجہ سے اس کو خاطر جمعی کی راحت کبھی نصیب نہ ہو گی) اور (ساری تگ و دو کے بعد بھی) یہ دنیا اس کو بس اسی قدر ملے گی جس قدر اس کے واسطے پہلے سے مقدر ہو چکی ہو گی۔

(اس حدیث کو حضرت انس رضہ سے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام احمد اور دارمی نے اس حدیث کو ابان کی روایت سے حضرت زید بن ثابت انصاری سے روایت کیا)

SHAMSI
For
CANVAS
&
TENTS
SHAMSI CLOTH
AND GENERAL MILLS LTD.
(KARACHI PAKISTAN)

HEAD OFFICE:
3, Idris Chambers,
Talpur Road,
Karachi-2.
Phones: 221941 - 238081
Grams: "Canvas" Karachi.
Telex: 24446 20888

MILLS:
A-50, Sind Industrial
Trading Estates
Manghopir Road,
Karachi-16
Phones: 290443 - 290444

بہشتی مقبرہ قادیاں... فریب کا دھندا

مولانا تاج محمد صاحب نقیروالی

مرزا غلام ـــــ قادیانی مسیح موعود بنے تو عیسائیت کے قریب تر آگئے اور عیسائی حکومت سے تو بے پناہ محبت تھی اس قرب نے ان کو کفارہ کے عقیدہ کی طرف متوجہ کیا جو عیسائی مذہب کا سب سے اہم ستون ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک عیسیٰؑ اس لئے مصلوب ہوئے کہ ان کی امت سیدھی جنت میں چلی جائے۔ مرزا صاحب نے خیال کیا کہ کوئی ایسا راستہ نکل آئے کہ میری امت بھی بغیر حساب کتاب کے جنت میں چلی جائے اصل مقصد روپیہ بٹورنے کی اسکیم تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس تخیل کو عملی جامہ پہنانے کی راہ نکال لی۔ یعنی بہشتی مقبرہ۔ ایک منافع بخش ادارہ۔ اور بلا حساب وکتاب جنت میں داخلہ۔

۱۔ مرزا صاحب کے ایک مرید بابو منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری "مکاشفات" کے صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے فرمایا کہ نماز سے کوئی بیس یا پچیس منٹ پیشتر میں نے خواب دیکھا کہ گویا ایک زمین خریدی ہے۔ کہ اپنی جماعت کی میتیں وہاں دفن کیا کریں۔ تو کہا گیا کہ اس کا نام مقبرہ بہشتی ہے۔ یعنی جو اس میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہوگا۔"

۲۔ الاستفتاء عربی صفحہ ۵ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"خدا نے مجھے وحی کی اور ایک زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ وہ زمین ہے جس کے نیچے جنت ہے۔ پس جو شخص اس میں داخل ہوگا وہ جنت میں داخل اور امن پانے والوں میں سے ہے۔"

۳۔ بابو منظور الٰہی قادیانی "مکاشفات" کے صفحہ ۵۹ پر مرزا غلام ـــــ کا ایک کشف درج کرتے ہیں:۔

"کشفی رنگ میں وہ مقبرہ مجھے دکھایا گیا۔ جس کا نام خدا نے بہشتی مقبرہ رکھا ہے۔ اور پھر الہام ہوا کہ کل مقابر الارض لا تقابل ھذہ الارض۔ روئے زمین کی تمام مقابر اس زمین کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔"

۴۔ اخبار "الفضل" قادیان جلد ۲۳ نمبر ۵۴ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۳۵ء لکھتا ہے کہ:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا غلام احمد) نے مقبرہ بہشتی کے متعلق حسب ذیل ارشادات رسالہ الوصیت میں فرمائے ہیں۔

"ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی۔ اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی، تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔ اس قبرستان کے لئے بڑی بڑی بشارتیں مجھے ملی ہیں۔ اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ بہشتی مقبرہ ہے، بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیہا کل رحمۃ یعنی ہر قسم کی رحمت اس

قبرستان میں اتاری گئی ہے۔ اور کسی قسم کی نعمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں“

آگے چل کر اس میں داخل ہونے کی شرائط بیان فرمائی گئی ہیں اور ان شرائط کے بعد یہ اضافہ فرمایا ہے۔

”میری نسبت اور میرے اہل وعیال کی نسبت خدا نے استثناء رکھا ہے۔ باقی ہر ایک مرد یا عورت، جو ان کو ان شرائط کی پابندی لازم ہو گی۔ اور شکایت کرنے والا منافق ہو گا“

مرزا محمود احمد اپنے مجموعہ تقاریر ”منہاج الطالبین“ کے صفحہ پر تحریر کرتے ہیں کہ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا غلام احمد) نے فرمایا ہے۔ جو وصیت نہیں کرتا وہ منافق ہے۔ اور وصیت کا کم از کم چندہ ۱/۱۰ حصہ مال کا رکھا ہے“

اخبار الفضل ۱۵ ستمبر ۱۹۳۲ء لکھتا ہے کہ:

”مقبرہ بہشتی اس سلسلہ کا ایک ایسا مرکزی نقطہ اور ایسا عظیم الشان محکمہ ہے جس کی اہمیت دوسرے محکموں سے بڑھ کر ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جس کو آدم کے وقت سے اس وقت تک لوگ ترستے مر گئے“

”گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدم اول کو جب شیطان نے ایک عارضی بہشت سے نکالا تھا تو اس کی تلافی کے لئے چھ ہزار سال کے بعد پھر آدم ثانی (مرزا) کی معرفت یہ محکمہ دائمی جنت میں داخل ہونے کا خدا نے نسل انسانی کے لئے کھولا ہے پہلے زمانہ میں انبیاء اپنے بعض خاص خاص مقربوں کو بہشت میں داخل ہونے کی خبر دیا کرتے تھے۔ اور یہاں یہ نظر آتا ہے کہ بہشت کا دروازہ ہی کھل گیا ہے۔ صرف ذرا کھڑے ہونے اور قدم اٹھانے کی دیر ہے“

افسر بہشتی مقبرہ نے اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ مورخہ ۲ فروری ۱۹۱۵ء میں اعلان شائع کرایا

”آج تمہارے لئے ابوبکرؓ و عمرؓ سی فضیلت حاصل کرنے کا موقع ہے۔ اور وہ بہشتی مقام موجود ہے۔ جہاں تم وصیت کر کے اپنے پیارے آقا المسیح الموعود کے قدموں میں دفن ہو سکتے ہو۔ اور چونکہ حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح موعود رسول کریم کی قبر میں دفن ہو گا۔ اس لئے تم اس مقبرہ میں دفن ہو کر خود رسول اکرم کے پہلو میں دفن ہو گے۔ اور تمہارے لئے اس خود وصیت میں ابوبکر کے ہم پلہ ہونے کا موقع ہے“

اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۶۲ مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۵ء لکھتا ہے

”بقایا داران حصہ آمد کے متعلق اخبار الفضل میں متواتر کئی مرتبہ اعلان ہو چکا ہے کہ یہ اعلان مساجد میں پڑھ کر سنا دیا جائے۔ مگر معلوم ہوا ہے کہ بعض جماعتوں کے عہدہ داروں نے ابھی تک ایسا نہیں کیا۔ اب مزید توجہ کے لئے مندرجہ ذیل اعلان کیا جاتا ہے کہ اس آواز کو ہر موصی تک پہنچا دیں۔

”بموجب ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جو موصی وصیت کا چندہ واجب ہونے کی تاریخ کے چھ ماہ بعد تک رقم وصیت ادا نہ کرے گا۔ نہ دفتر سے اپنی معذوری بتا کر مہلت حاصل کرے گا اس کی وصیت انجمن کارپردازان مصالح قبرستان کو منسوخ کرنے کا کامل اختیار ہے۔ اور جس قدر وہ روپیہ وصیت میں ادا کر چکا ہے، اس کے واپس لینے کا موصی کو حق نہ ہو گا، سوائے اس شخص کے جو اس سے مرتد ہو جائے۔ اور جو وصیتیں اس وقت تک ہو چکی ہیں ان کے لئے یہ قاعدہ مقرر کیا جاتا ہے کہ جو موصی وصیت کا چندہ واجب ہونے کے چھ ماہ بعد تک چندہ ادا نہیں کرتا اس کی وصیت منسوخ کی جائے۔ اور آئندہ اس سے جب تک وہ توبہ نہ کرے، کسی قسم کا چندہ وصول نہ کیا جائے سوائے اس صورت کے کہ وہ اپنی معذوری ثابت کر کے خود اپنی وصیت کی ادائیگی کے لئے انجمن سے مہلت حاصل کر چکا ہو“

ختم النبوۃ فی الکلمۃ الطیّبہ

حضرت مولانا غلام حیدر صاحب حال وارد جامعہ انوار القرآن نارتھ کراچی

(۱) ۔ کلمہ کی جزو اول میں توحید کامل مذکور ہے۔ لا الٰہ الا اللہ۔ میں لائے نفی جنس کے لئے ہے، الا بمعنی غیر ہے۔ استثنائیہ نہیں ہے اور صفت ہے الٰہ کی خبر لامحذوف ہے وہ موجود ہے اب یہ معنی ہوگا کہ کوئی لائق عبادت جو کہ غیر ذات باری تعالیٰ کا ہو موجود نہیں۔ کلمہ طیبہ کی جزو ثانی میں رسالۃ کاملہ مذکور ہے۔ مطلق رسالۃ مذکور نہیں کیونکہ قد خلت من قبلہ الرسل سے پتہ چلتا ہے کہ رسول تو پہلے بھی دنیا میں تشریف لائے، نہ مطلق رسالت سے ایمان ثابت ہوتا ہے، لہذا جزو ثانی سے رسالۃ کاملہ ختم نبوت والی مُراد ہے، بجائے درازے کلمہ طیبہ کا لفظی ترجمہ غلط کرایا گیا اور غلط سمجھا گیا لہذا اب معنی یہ ہوگا کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں۔ کیونکہ رسالت کاملہ کا تحقق ختم نبوت کے ساتھ ہے

(۲) ۔ دلیل نحوی

کلمہ طیبہ کی جزو ثانی میں مبتدا وخبر دونوں معرفہ ہیں اور جب دونوں معرفہ ہوں تو خبر کا حصر ہوتا ہے اور حصر کا تحقق ہے ختم نبوۃ والی رسالۃ میں، اب معنی واضح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ختم نبوت منحصر ہے۔ اور جناب خاتم الانبیاء ہیں۔

(۳) ۔ دلیل معانی

کلمہ طیبہ کی جزو ثانی میں اضافت عہد خارجی ہے، نظیر اضافت عہد خارجی قرآن مجید میں ہے۔ یا اھل الکتاب لم تکفرون بآیات اللہ۔ اس جگہ اضافت عہد خارجی کے تحت آیات اللہ سے آیات توراۃ مُراد ہیں! لہذا کلمہ طیبہ میں جزو ثانی کے اندر بناء بر اضافت خارجی ختم نبوت والی رسالت متعین ہے اب معنی یہ ہوگا کہ جناب فداہٗ ابی وامی خاتم الانبیاء ہیں

(۴) ۔ دلیل منطقی

مقید میں مطلق ہوتا ہے۔ مطلق رسالت کے ساتھ جب ختم نبوت والی قید ہوگی تو مطلق رسالت خود بخود آجائے گی۔ لہذا معنی یہ ہوگا کہ جناب خاتم الانبیاء کی رسالت مقید بقید ختم نبوت ہے، لہذا معنی رسالت مقیدہ کا ہوگا۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں

(۵) دلیل ایمانی، یا کلامی

مطلق رسالت کے اقرار سے ایمان ثابت نہیں ہوتا جب تک ختم نبوت کے ساتھ تصدیق واقرار نہ کیا جائے۔ تو ختم نبوت کا عقیدہ ایمان بمطلق رسالت کے ساتھ جزو ایمان ہے اور جزو عقیدہ۔ جب ایک شخص کلمہ طیبہ کے اقرار و تصدیق کے ساتھ مومن ہوجاتا ہے تو لازمی طور پر یہ معنیٰ ہوگا کہ جناب فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسولؐ ہیں اور نبوت جنابؐ پر ختم ہے ـــــ لا نبی بعدی

(۶) دلیل جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اس احقر کے سامنے مدرسہ مخزن العلوم خانپور میں ذکر فرمایا تھا کہ مرزائی کلمہ پڑھ کر اور معنیٰ مراد لیتے ہیں وہ مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور مطلق رسالۃ مراد لیتے ہیں۔ اور ہم مسلمان کلمہ کا اور معنیٰ مراد لیتے ہیں اور ختم نبوت والی رسالۃ کا اقرار کرتے ہیں، مولانا موصوف کی اس کلام سے کلمہ کا صحیح معنیٰ متعین ہوجاتا ہے اور مرزائیوں کے فدع سے نجات ملتی ہے۔

شہید ختم نبوت

تحریر: م - م - صدیقی

شیخ سجاد حسین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

جنہوں نے ۲ / اگست ۷۴ء کو اٹک شہر میں جام شہادت نوش کیا

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان قوم نے مسئلہ ختم نبوت پر جتنی قربانیاں دی ہیں اتنی قربانیاں کسی اور مسئلے پر نہیں دیں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے خلاف جب جہاد کیا تو یہ مسلمانوں کی طرف سے پہلی بڑی قربانی تھی، جو ختم نبوت کی حفاظت میں دی گئی۔ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ سے لے کر مولانا محمد اسلم قریشی کے اغوا اور شہادت تک بے شمار قربانیاں ختم نبوت کی حفاظت میں دی گئیں، جن میں ۱۹۵۳ء میں چودہ ہزار مسلمانوں کی شہادت ایک بہت بڑی یادگار ہے، ان شہداء کا خون رائیگاں نہیں گیا۔ یہ خون اکیس برس بعد رنگ لایا اور ۱۹۷۴ء میں مسیلمہ پنجاب غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

۱۹۷۴ء میں جن نوجوانوں نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہے۔ لیکن ان کی شہادت بڑی عظیم ہے یہ ہستیاں یقیناً نبی آخر الزمان ﷺ کے دامن اقدس میں آرام فرما رہی ہیں۔ ان ہی ہستیوں میں اٹک شہر کی ایک عظیم ہستی ۲۲ سالہ نوجوان سجاد شہیدؒ بھی ہیں۔

سجاد شہیدؒ وہ ہستی ہیں جنہیں آج سے دس برس قبل ۲ / اگست ۷۴ء کو جب کہ ختم نبوت کی ملک گیر تحریک چل رہی تھی۔ ایک سازش کے ذریعہ بم مار کر شہید کیا گیا اگرچہ قادیانیوں کا اصل نشانہ تو ان کے بھائی اور تحریک ختم نبوت ضلع اٹک کے جنرل سیکرٹری شیخ عابد حسین صدیقی تھے لیکن چونکہ شہادت کا رتبہ ان کے بڑے بھائی سجاد حسین صدیقی کے مقدر میں تھا اس لئے باوجود اس کے کہ تین سرکردہ قادیانیوں نے بڑے منصوبے کے بعد ان کی بیٹھک میں بم پھینکا تھا۔ مطلوبہ آدمی بچ گیا اور شہادت سجاد شہید کو ملی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔

سجاد شہید ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاندان کے فرد تھے ایک ایسا خاندان جس کا اٹک شہر میں ایک نمایاں مقام ہے آپ کی شہادت سے قبل کئی آدمیوں کو خواب میں یہ نشان ملا تھا کہ اس گھرانے کا ایک فرد ناموس رسالت پہ قربان ہونے والا ہے۔ ممکن ہے کہ خود انہیں بھی خواب میں بشارت ہوئی ہو، تاہم انہوں نے کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔

۲ / اگست ۷۴ء کو رات دس بجے کے قریب جب سجاد شہیدؒ جو ابھی شہادت کے رتبے پر فائز نہیں ہوئے تھے، گھر پہنچے تو صحن سے ہو کر بیٹھک میں آئے۔ مکار دشمن تین قادیانی قریب ہی گلی میں گھات لگائے بیٹھے تھے۔ ان کا سرکردہ ملک منیر وکیل بھی ان ہی میں شامل تھا جو اب فی النار ہو چکا ہے۔ سجاد شہید نے بجلی کا بلب روشن کیا اور کپڑے تبدیل کرنے ہی والے تھے کہ دشمن نے کھڑکی سے ہینڈ گرنیڈ پھینکا اور گلی میں دوڑ پڑے۔ دھماکہ ہوا تو سامنے والے مکان سے ڈاکٹر ایاز صاحب بھاگے بھاگے آئے انہوں نے دشمن کو بھی دیکھ لیا اور سیدھے بیٹھک میں پہنچے، گھر کے اندر سے سجاد کے والد آئے لیکن ان کے بیٹے نے تو وہ رتبہ حاصل کر لیا تھا جس کی

ترتیب :۔ منظور احمد الحسینی

آپ کے مسائل کا جواب

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ

قضائے عمری و دیگر مسائل ۔

سائل : عابد کراچی

سوال ۔ نماز قضائے عمری پڑھنے کا طریقہ کیا ہے یہ مجھے یاد نہیں کہ میری کتنی نمازیں قضا ہوئی ہیں ؟

جواب ۔ جس شخص کی بہت سی نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور اسے ان کی صحیح تعداد کا علم نہ ہو اس کو چاہئیے کہ اندازہ کرے کہ قریباً اتنے سال یا ماہ کی نمازیں قضا ہوئی ہوں گی اور اس اندازے کے مطابق نمازیں قضا کرے ۔ قضا کا طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کی نیّت یوں کیا کرے کہ اس وقت کی جتنی نمازیں میرے ذمے ہیں ان میں سے پہلی نماز کی قضا کر رہا ہوں ۔ قضا صرف فرض اور وتر کی ہوتی ہے

سوال ۔ کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا کسی فرقہ سے تعلق تھا اگر ایسا نہیں تو آج پھر فرقہ بندی پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے اور اس پر جھگڑا بھی ہوتا ہے اسلام کا اس سلسلہ میں کیا فیصلہ ہے ؟

جواب ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضہ تو اصل اسلام پر تھے بعد میں جب اہل سنت اور اہل بدعت کے اختلافات رونما ہوئے تو یہ دیکھنے کی ضرورت پیش آئی کہ کونسا مسلک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضہ کے مطابق ہے ؟ تاکہ صحیح راستے کی پیروی کی جائے اور غلط راستے سے پرہیز کیا جائے ۔

سوال ۔ مرنے کے بعد قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب کے بعد کیا ہوگا ؟ کیا جزاء و سزا اس کے بعد ہوگی یا قیامت کے دن ہوگی اگر قیامت کے دن ہوگی تو اس درمیان میں مردہ کے ساتھ کیا ہوگا ؟

جواب ۔ جزا و سزا کا اصل سلسلہ تو قیامت سے شروع ہوگا لیکن قبر میں بھی جزا و سزا ہوتی ہے اس کو حوالات سمجھنا چاہئیے قرآن کریم ، احادیث شریفہ اور تمام اکابر امت بزرگان دین اس پر متفق ہیں کہ قبر میں عذاب و ثواب ہوتا ہے حدیث میں ہے "القبر روضۃ من الریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار" یعنی قبر جنت کے باغیچوں میں ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ؛ حق تعالیٰ عذاب قبر سے محفوظ رکھیں ۔

سوال ۔ اگر کوئی شخص ٹخنوں سے نیچا پاجامہ یا شلوار پہنتا ہے اور بوقت ادائیگی نماز وہ اپنے پاجامے کو اوپر نیفے میں اڑس لیتا ہے یا پائجامے کے پائنچے اوپر کو موڑ لیتا ہے کہ ایسا کرنے سے ٹخنے کھلے رہیں تو یہ عمل بقول ان کے مکروہ تحریمی ہے اور اس طرح نماز بھی ادا نہیں ہوتی ہے بلکہ واجب الادا باقی رہتی ہے ۔

جواب ۔ پائجامہ ، شلوار ٹخنوں سے نیچا رکھنا گناہ ہے اس لیے نماز میں اوپر کر لینا چاہئیے اور جو صاحب فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ ہے اور یہ کہ نماز واجب الاعادہ ہے ان کی بات صحیح نہیں ۔

مرزا طاہر کے انٹرویو پر ایک نظر

مولانا سعید احمد جلالپوری

اس تفصیل کے بعد مرزا صاحب کا یہ ارشاد کہ ”بدنامی اسلام کی اور فائدہ امریکہ کو“ کی بجائے تھوڑی سی تبدیلی کے بعد اگر یوں کہا جائے کہ ”بدنامی اسلام کی اور فائدہ یہودی ایجنٹ قادیانیوں کو“ تو بالکل بجا طور پر درست ہوگا ـــــ کیونکہ قادیانی پروپیگنڈہ سے یہی تاثر ابھرتا ہے کہ وہ بھی مسلمان ہیں اور وہ اپنی تمام تر کارستانیوں میں مسلمانوں کے ترجمان ہیں ـــ گویا ان کے کردار بد سے (بدنامی کا) نقصان تو مسلمانوں کو ہو رہا ہے مگر فائدہ یہودی لابی اور قادیانیت کو، اسی کے ساتھ ان کا یہ جملہ ”کہ یہ ایک انٹرنیشنل سازش ہے اسلام کے خلاف“ سونے پر سہاگے کا کام دیتا ہے، ان کا یہ کہنا کہ ”ہر ظلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑھایا ہے پہلے سے“ جھوٹ بولنے کا انتہائی جدید اور ماڈرن انداز ہے ـــ ورنہ ان کی سو سالہ مذہبی زندگی کو دیکھا جائے تو سرکاری رپورٹ کے مطابق ان کے مسکن (پاکستان) میں ہی ان کی تعداد صرف ایک لاکھ سے کچھ اوپر ہے۔ جبکہ اسی پاکستان میں اب کے تیسری بار انہیں ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ اگر اس رفتار کے اضافے کا نام زندہ قوم کا ابھار ہے تو پھر عیسائی اور دوسرے لادین عناصر یقیناً ان سے زیادہ زندہ قوم کہلانے کے مستحق ہیں۔ کیونکہ خود بانی قادیانیت کو اس بات کا اعتراف[1] ہے کہ عیسائیت تیزی سے پھیل اور بڑھ رہی ہے ـــ اس کے علاوہ کسی مدعی کاذب کے گرد چند ”ماڈلوں“ کا جمع ہو جانا زندہ قوم کی علامت نہیں اگر یہی بات ہے تو پھر انہیں اس کا اعتراف بھی کرنا ہوگا کہ خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے مقابلہ میں آنے والے تمام مرتدین زندہ قوم کے افراد تھے۔ اگر وہ زندہ قوم تھے تو پھر ”ایریشن“ کے بعد بڑھنے کے بجائے ختم کیوں ہو گئے؟

اس سے ان کے اس جھوٹ کی بھی قلعی کھل جاتی ہے کہ:

”ہر ایسے اقدام کے بعد غیر معمولی تعداد بڑھی ہے“، کیونکہ اس غیر معمولی اضافہ کا اثر جو تقریباً تین بار ہو چکا ہے (کم از کم ان کے میزانیہ پر تو ہونا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ جب مردہ قوم (عیسائیوں) میں بقول مرزا صاحب کے ۱۲ سال میں ایک لاکھ کا غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے۔ تو آخر ”زندہ قوم“ (قادیانی) تین غیر معمولی اضافوں کے باوجود سوا ایک لاکھ سے کیونکر متجاوز نہیں ہو سکی۔؟ پھر اس کے علاوہ کتنے لوگ ایسے ہیں جو دل سے قادیانیت کو غلط سمجھتے ہیں اور اقرار بھی کرتے ہیں۔ مگر انفرادی طور پر اس لئے اسلام قبول نہیں کر سکتے کہ وہ اپنے اندر مادی، معاشی اور معاشرتی روابط کو کاٹ پھینکنے کی ہمت نہیں پاتے۔

ہمارے علم میں ایک سے زیادہ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ وہ قادیانیت سے بری طرح متنفر ہیں، مگر چونکہ مکانات، زمینوں اور جائداد کا قادیانی اوقاف سے نکلنا مشکل ہے اس لئے وہ مجبور ہیں اور ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ اگر تجرباتی طور پر مرزائی سربراہ ربوہ کی آبادی کو مالکانہ حقوق دیدیں تو پھر دیکھیں کہ کتنے قادیانی ایسے ہیں جو قادیانی پرستش پر تیار ہیں۔

مزید وہ اس آرڈی ننس کے وجوہ و اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے

---

[1] ازالہ اوہام ص۱۹۱م۔

کہتے ہیں:

"چنانچہ ہم ۱۹۷۴ء کے بعد سب سے بڑی تکلیف تو یہی تھی ہمارے بعض مخالفین نے ہمیں "نان مسلم" کہہ یا غیر مسلم قرار دے دیا۔ اور اتنی اونچی دیوار کو پھلانگ کے لوگ احمدیت میں پہلے سے زیادہ آرہے ہیں۔ یہ اگر فکر نہ ہوتی ان کو تو اس اقدام کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔"

کمالِ ادب سے مرزا جی سے عرض کرتے ہیں کہ اگر انہوں نے "تذکرہ" (جو ان کی آسمانی کتاب ہے) کی بجائے ہماری (مسلمانوں کی) مقدس اور منزل من اللہ کتاب قرآن مجید کا مطالعہ کیا ہوتا تو یقیناً ایسی عامیانہ بات (جس سے ان کے جہل کی نشاندہی ہوتی ہے) سے پرہیز فرماتے۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے اس اقدام کو اس سوچ پر مبنی سمجھتے ہیں کہ لوگ مرزائی ہو کر کافر نہ بنیں" حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں کیونکہ جس کام کی ذمہ داری سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر"[ے] کے واضح اعلان سے بری الذمہ قرار دیدیا مسلمانوں کو کیا پڑی کہ وہ خواہ مخواہ اسکی ذمہ داری اپنے سر لے لیں اور پھر جس نے جہنم میں جانا ہے وہ لاکھ کوشش کے باوجود بھی تکوینی طور پر غیر مسلم ہی رہیگا، اس سے قطع نظر کہ ہمیں یقین ہے کہ کوئی سچا مسلمان کبھی بھی مرتد ہو کر قادیانی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایمان الٰہی عطیہ ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت دے کر اسوقت تک واپس نہیں چھینتے جب تک کہ وہ گستاخی اور کمال بے ادبی کرتے ہوئے اس کی ناقدری نہ کرے۔

لہٰذا مرزا صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ منشائے الٰہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق مسلمانوں کو بھی صرف یہی فکر ہے کہ اسلام کے حدود اربعہ متعین کر کے اسلام دشمن عناصر کی ان تمام سرگرمیوں کو جو اسلام کے نام پر کی جاتی ہیں روک کر ان کو بے نقاب کیا جائے۔ تاکہ حق و باطل کے مابین دلائل قاطعہ کی روشنی میں حد فاصل قائم ہونے کے ساتھ ساتھ قانونی تقاضے بھی (جو اسلامی حکومت کا فرض ہے) پورے ہو جائیں بالفاظ دیگر۔ اس آرڈی ننس کا منشاء یہ ہے کہ مرتد ہو کر اسلام کا نہ تو نام استعمال کیا جائے اور نہ ہی ان سرگرمیوں کو اسلامی سرگرمیوں کے عنوان سے ظاہر کیا جائے۔ اگر مرزا صاحب اس آرڈی نینس کے متن کی عبارت پر ذرہ بھر بھی غور کرتے تو انہیں اس کا مفہوم واضح طور پر سمجھ آجاتا۔ مگر.......

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ سب سے پہلے ۱۹۷۴ء میں آپ کے فرقے کو اس وقت کی پارلیمنٹ نے غیر مسلم قرار دیا تھا جو گویا عوام کا فیصلہ تھا اور آپ عوام کے فیصلہ کے خلاف جا رہے ہیں مرزا صاحب کہتے ہیں اگر مذہب میں عوام کے فیصلے چلیں تو دنیا کا ہر نبی اپنے وقت میں جھوٹا ثابت ہو جائے کیونکہ ہر نبی کے وقت عوام کی اکثریت نے اس کے خلاف فیصلہ دیا۔"

اس کا مختصر سا جواب تو صرف اتنا ہے کہ جب وہ عوام کا فیصلہ تھا تو پھر محضر نامہ پیش کرنے اور گیارہ دن تک جرح کرنے اور پھر دلائل کی روشنی میں صفائی پیش کرنے کا جب موقعہ فراہم کیا گیا تو آپ لوگوں نے اس کا بائیکاٹ کیوں نہ کیا؟ اگر ایسا ممکن نہ تھا تو فیصلہ الٰہی کی روشنی میں عوام کے فیصلہ کا علی الاعلان اسمبلی میں بطلان کیوں نہ کیا گیا؟۔ لہٰذا مرزائیوں کا بھی اس سے تو انکار نہیں کہ وہ قرآن کا فیصلہ تھا البتہ عوام کے نمائندوں کے ذریعہ ظہور پذیر ہوا۔ جس کو مرزا جی "عوام کے فیصلہ" سے تعبیر فرماتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہود کی مانند یہ مطالبہ ہو کہ خود اللہ تعالیٰ یا ملک مقرب جب تک یہ نہ کہدیں کہ مرزائی کافر ہیں اسوقت تک مرزائی حضرات ماننے کو تیار نہ ہوں گے! لیکن ہمارے خیال میں اگر ایسا بھی ہو جائے پھر بھی تسلیم کرنا محال نظر آتا ہے۔ اگر مرزا صاحب اس شرط پر تسلیم کرنا مان لیں (جو اگرچہ مشکل ترین امر ہے) تو اس کو بھی پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ لیکن اس پر بھی اتفاق کی ضرورت ہوگی تاکہ کہیں بعد میں منکر نہ ہو جائیں، مذکورہ شرط نہ پوری ہوتی ہے اور نہ ہی مرزا جی ایسی شرط کی فرمائش کریں گے کیونکہ انہیں اور ہمیں یقین ہے کہ وہ اس شرط کے پورا ہونے پر بھی اپنے موقف سے دستبردار نہ ہوں گے ــــ حاصل یہ کہ جو لوگ قرآن و حدیث جیسی قطعی نصوص کی واضح تصریحات کو نہ مانیں وہ کسی اسلامی مملکت کی اسمبلی کے فیصلہ کو (چاہے وہ قرآن و سنت کا آئینہ دار ہی کیوں نہ ہو) کیونکر مانیں گے؟ اس لئے کہ ان کے ہاں قرآن و سنت کا حقیقی مصداق وہ کلام ہے جو وہ کرم خاکی اور بشر

ے سو تو سمجھائے جا تیرا کام تو یہی سمجھانا ہے تو نہیں ان پر داروغہ
(غاشیہ)

کی جانے نفرت " کی زبان سے نکلا ہوا ہو، چاہے وہ دعویٰ نبوت ورسالت اور خدائی پہ مشتمل کیوں نہ ہو۔

مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ وہ عوام کو یہ حق تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کو کچھ سمجھیں اور اپنے قانون میں لکھ دیں۔ لیکن یہ کیسے حق ہو سکتا ہے کہ کسی سے یہ حق چھین لیں کہ وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھے "۔۔۔۔۔۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مرزائی حضرات اپنے مزعومہ عقائد کو اپنی من چاہی تعبیر سے اسلام کا نام دینا چاہتے ہیں۔ لیکن مرزائی حضرات سے ہم ایک سوال کرنا چاہیں گے کہ اگر کوئی شخص انتہائی شدومد سے اپنا مرزائی ہونا بیان کرے اور ساتھ یہ بھی کہے کہ مرزا جی انسان نہیں بلکہ جن تھے اور ان کے ہاں خنزیر حلال تھا اور مردار وہ شوق سے کھاتے تھے۔ ماں، بہن، بیٹی اور پوتی کو وہ قابل استعمال جانتے تھے اور مذہب کے بجائے وہ سیاست کے امام تھے۔ اور جو لوگ انہیں امام زمان، مہدی، مسیح اور نبی مانتے ہیں وہ سب کافر اور خنزیروں کی اولاد ہیں کیونکہ وہ مرزا صاحب کی تعلیمات کے مخالف ہیں۔ تو کیا خیال ہے کہ (وہ اس میں چاہے حق بجانب بھی کیوں نہ ہو) آپ اس کا یہ پروپیگنڈہ برداشت کرکے اسے مرزائی تسلیم کرلیں گے؟ یقیناً نہیں! کیونکہ جو قادیانیت کا تصور آپ کے نزدیک ہے اس کے علاوہ اس کی دوسری تمام تعبیریں آپ کے ہاں ناقابل برداشت اور ان پر خاموشی مذہب سے غداری کے مترادف ہے۔ لہٰذا جیسے یہ ممکن نہیں (بلکہ مسلمان مبلغین کو صرف اس لئے اغواء اور قتل کیا جارہا ہے کہ وہ قادیانیت کی تغلیط کرتے ہیں) تو ویسے ہی یہ بھی ناممکن ہے کہ کوئی شخص اسلام کی اپنی من چاہی تعبیر کے ذریعہ مسلمان کہلانے لگ جائے۔ جیسے مرزائیوں کے ہاں اس کا قتل واجب ہے ایسے ہی مسلمانوں کے ہاں اس زندیق کو لگام دے کر داخل جہنم کرنا اشد ضروری ہے۔

رہا مرزا جی کا یہ کہنا کہ "اگر کوئی کسی کو کتا کہہ دے تو۔۔۔۔۔۔حق ہے اس کو۔۔۔۔۔۔ لیکن اس کے باوجود اس کو کہیں کہ تم کتوں کی طرح زندگی بسر کرو یہ کسے حق نہیں۔ ساتھ کہیں کہ بھونکو اب، وہ تو نہیں بھونکے گا اسطرح"۔

افسوس کہ مرزا صاحب خواہ مخواہ گھبرا گئے ہیں اور جعت قبقری کی طرف اشارہ کرکے شاید اس کی طرف نشاندہی فرمائی کہ ہم اگر آپ کی یہ بات مان لیں تو خطرہ ہے کہ پھر کہیں ہمیں انسانیت کے زمرہ سے نہ نکال دیا جائے، (جو بہت بڑی توہین ہوگی) جس کے لئے شاید کوئی آمادہ بھی نہ ہوگا۔

واللہ۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ یہ بات تو ہمارے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی اور نہ اب ہے۔ بلکہ انہیں یقین رکھنا چاہیئے کہ اس جیسے انسانیت سوز اور گھناؤنے کردار کا صادر ہونا کم از کم مسلمانوں سے تو بعید ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ آپ جرأت کرکے اسلام کے علاوہ (بے شک) کسی بھی نام سے اپنا مذہبی تشخص قائم کریں اور اسلامی اصطلاحات کو بھی استعمال نہ کریں۔ انشاءاللہ مدت العمر ہم آپ کا نہ صرف یہ کہ تعرض نہیں کریں گے بلکہ آپ کی حفاظت کا ذمہ بھی لیتے ہیں۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ "آپ پر الزام ہے کہ آپ لوگ فوج میں اپنی جڑیں بنا رہے ہیں۔ اور بیوروکریسی میں جڑیں بنا رہے ہیں اور پاکستان کو ختم کرنا چاہتے ہیں"۔۔۔۔۔۔ کہتے ہیں کہ اس سے بڑا جھوٹا الزام تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ پاکستان کی جو جنگیں ہوئی ہیں پچھلی ان میں جو جنگ کے ہیرو تھے۔۔۔۔۔۔ وہ احمدی تھے"

مگر اس کے برعکس ان کے دادا مرزا غلام احمد قادیانی جہادی خیالوں کو ختم کرنے کے لئے اپنے ایک منظوم کلام میں فرماتے ہیں

"دشمن ہے خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد

منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(تحفہ گولڑویہ ص۳۹)

اس شعر کی روشنی میں جو قادیانی بھی کسی جنگ میں شریک ہوگا یقیناً وہ خدا کا دشمن اور نبی کا منکر ہوگا۔ گویا جب بقول مرزا غلام احمد کے وہ تمام قادیانی جرنل جن کو مرزا طاہر "جنگ کے ہیرو" سمجھتے ہیں خدا کے دشمن اور نبی کے منکر ہیں تو مرزا طاہر احمد کا ان کو "احمدی" کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ اس لئے کہ اگر مرزا صاحب ان کے اس فعل (شمولیت جنگ) کو درست سمجھتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مرزا غلام احمد کے اس فتوے کو نہ مانتے ہوئے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر جواب نفی میں ہے ــــ اور یقیناً نفی میں ہوگا تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزائی جرنلوں کا جنگ میں شریک ہونا ملکی دفاع اور اعلاء کلمۃ اللہ کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے تھا۔

ورنہ یہ ممکن ہی نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا فتویٰ بھی صحیح ہو اور اسلامی ملک کی جنگ میں شریک ہونے والے قادیانی بھی قادیانی رہیں ــــــ رہی یہ بات کہ وہ کونسی ایسی مذہبی خدمت تھی جس کی خاطر غلام احمد کی شاطر اولاد نے وقتی طور پر اس کے "ارشادات" سے اعراض میں ہی مذہب کی ترقی کے راز کو پوشیدہ پایا ــــــ وہ تھا خفیہ سازش کے تحت "اکھنڈ بھارت" منصوبہ کو عملی جامہ پہنانا کیونکہ وہ جنرلوں کی سازش کے علاوہ ناممکن تھا۔ ــــــ یہ اور بات ہے کہ ۶۵ء کی جنگ میں ان کو ناکامی اور ۷۱ء میں سقوط ڈھاکہ کی صورت میں انہیں کامیابی ہوئی ــــــ یہ ہے وہ مقصد جس کے تحت قادیانی پاکستان کی جنگوں میں شریک ہوتے ہیں۔

پھر مرزا صاحب یہ کہتے ہوئے کہ "کبھی کوئی واقعہ نہیں ہوا کہ احمدی نے نعوذ باللہ من ذالک پاکستان سے بے وفائی کی ہو" اس قادیانی پروفیسر جیسے قادیانی غداروں کے واقعات کو کیوں بھول رہے ہیں۔ جو رات کو روسی لٹریچر پھیلاتے ہوئے پکڑے گئے تھے (جس پر پولیس مین کو اس کے انعام میں ترقی دیدی گئی تھی)۔ کیا روسی جارحیت کی ہمنوائی، ان کی معاونت اور ان کے لئے پاکستان میں فضا سازگار کرنا ملکی غداری نہیں تو کیا ہے؟

پھر ان کا یہ کہنا کہ "پاکستان تحریک میں احمدی سب سے اول صف پر تھے" بھی ان کی پاکستان دشمنی اور تحریک پاکستان کی مخالفت جیسے درپردہ جاسوسی پروگرام پر پردہ نہیں ڈال سکتا۔ اس لئے کہ مرزا بشیرالدین محمود اس تقسیم پر اپنی ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"یہ اور بات ہے ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں۔ بلکہ مجبوری سے اور پھر کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائیں" (الفضل ربوہ ۱۷/ مئی ۱۹۴۷ء)

اس کے علاوہ اگر رضامندی ہوئی بھی تو صرف اس لئے کہ شاید پاکستان میں ہماری حکومت قائم ہو جائے" ــــــ اور اسی فکر کے نتیجہ میں وہ قادیان چھوڑنے پر آمادہ ہوئے۔ لیکن جب یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا تو انہوں نے پھر سے قادیان واپس جانے کے لئے "اکھنڈ بھارت" کی کوششیں شروع کر دیں۔ چنانچہ مرزا بشیرالدین محمود ہی کہتے ہیں:۔

"بہرحال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں"

(الفضل قادیان ۵/ اپریل ۱۹۴۷ء)

اس عزم کے رسوخ کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی لاشیں بھی پاکستان میں یہ کہہ کر امانتاً دفن کرنے کی وصیت کی کہ جب ایسے حالات ہو جائیں تو ہمیں قادیان پہنچایا جائے ــــــ مگر افسوس ہے کہ آج تک ایسا نہ ہو سکا ــــــ ہمارے خیال میں شاید انہوں نے یہ وصیت بھی اس لئے کی ہوگی کہ جیسے دنیا میں انگریز غلامی کی بدولت مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے باوجود ان کی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رہتے تھے شاید کہ مرنے کے بعد بھی انگریزوں اور ہندوؤں کی شفقت اپنا اثر دکھلا کر ملائکہ عذاب کی ڈانٹ ڈپٹ سے بچالے۔ لیکن افسوس کہ ان کا یہ تصور حقیقت کا روپ نہیں دھار سکتا اس لئے کہ وہ اپنے آقاؤں کو بھی وہاں بے بس بلکہ مقید پائیں گے۔

ــــــ رہا چوہدری ظفراللہ کو منہ لگانا! تو یہ ان کی کسی ذاتی شرافت و صداقت پر موقوف نہیں تھا بلکہ ان کا وزیر خارجہ بن کر اعزاز پانا اس حدیث نبوی کا مصداق ہے کہ قیامت کے قریب اپنی عزت بچانے کے لئے کمینوں کی عزت و تکریم کی جائے گی۔ کیونکہ اگر اسوقت موصوف کو وزارت خارجہ یا اس سے ملتا جلتا کوئی دوسرا عہدہ نہ دیا جاتا تو یقیناً نوزائیدہ مملکت پاکستان کے وجود کو کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ مگر یہ بھی صرف اس وقت کے ارباب فکر کی سوچ تھی۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اسوقت سے اس ارض مقدس کو ان منحوس چہروں سے محفوظ کر لیا جاتا تو یقیناً یہ مسئلہ آج سے کئی سال پہلے حل ہو چکا ہوتا۔ خیر دیر آید درست آید کے مصداق اب بھی اگر اس پر حکومت عمل درآمد کرتے ہوئے قادیانیت کا احتساب شروع کر دے تو یقیناً تمام قادیانی مرزا طاہر احمد کی اقتداء میں مستر حقیر کی گود میں جا سکیں گے۔

ان کی یہ شکایت کہ "ہم تھرڈ ڈیز شہریوں میں تبدیل کئے جا رہے ہیں" بالکل بے معنیٰ ہے کیونکہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور مرزائی حضرات چونکہ مذہبی اور سیاسی طور پر غیر مسلم ہیں اور ان کی تمامتر سرگرمیاں اور ہمدردیاں بھی ملک و ملت کے خلاف ہیں جیسا کہ اوپر ثابت کیا

جا چکا ہے، لہٰذا پاکستان میں ان کے ساتھ کم ازکم وہی برتاؤ کیا جا سکتا ہے۔ جو وہ ملک وملت یعنی اسلام اور پاکستان کے حق میں روا رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے انہیں اپنے "تھرڈ وزیر ہونے" کی شکایت کرنے سے پہلے اپنے نظریہ ورویہ پر نظر ثانی کرلینی چاہئے۔

اس سوال کے جواب میں کہ "دوسرے مسلمان ممالک کا آپکے ساتھ کیا رویّہ ہے؟ کہتے ہیں کہ:۔

"مسلمان ممالک کے جو علماء ہیں وہ بذات خود نہایت شریف لوگ ہیں اور وہ اس قسم کا مُلّا نہیں ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوا۔ لیکن بدقسمتی سے پاکستان اور ہندوستان سے ایک خاص قسم کے علماء نے جاکران کو یک طرفہ اتنا زہرناک کردیا ہے کہ ہمیں چونکہ جواب کا موقعہ نہیں ...... اسلئے ...... منافرت بڑھتی چلی گئی"

—— بہت خوب! اعتراف حقیقت کے بغیر چارہ ہی نہیں اسلئے کہ "گھر والا ہی گھر کے حالات سے بہتر طور پر واقف ہوسکتا ہے"، کے مصداق چونکہ یہ فتنہ ہندی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا تعاقب بھی اللہ تعالیٰ نے ہندوستانیوں ہی کے ذمہ لگایا پھر شکوہ کی کیا ضرورت؟

—— نیز بیچارے علماء تو محض آئینہ ہی دکھاتے ہیں شکل تو وہ نہیں بناتے بلکہ وہ تو تمہاری خود ساختہ ہے اگر یہی خوف تھا تو پہلے سے سدھر جانا چاہئے تھا۔ جہاں تک صفائی کا تعلق ہے تو وہ پہلے ہندوستان اور پاکستان میں (جہاں موقعہ بھی میسر ہے) پیش کرلیں۔ اگر یہاں پوزیشن واضح ہوگئی تو پھر دوسرے مسلم ممالک میں بھی صفائی کی چنداں ضرورت نہیں ہوگی۔ باطل کے کبھی پاؤں نہیں ہوا کرتے

—— آپ اگر اپنی "طویل ترین" سوسالہ مذہبی زندگی میں ہندوپاک کے علماء کو مطمئن کرلیتے تو یقیناً دوسرے مسلم ممالک کے بارہ میں تمہاری یہ شکایت بجا ہوتی۔ مگر جو خود ہی بے بہرہ ہو دوسروں کو کیا دیگا

مزید وہ اپنے دل کو تسلی دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"خدا کے دربار میں کوئی مولوی نہیں بیٹھا ہوگا
فتوےٰ دینے کیلئے کہ میں اس کو یہ سمجھتا ہوں"

بالکل صحیح ہے کیونکہ یہاں تو بیچارہ مولوی اطلاع حق کی خاطر ہی مارا مارا پھرتا ہے کہ کہیں سیدھے سادے عوام صراط مستقیم سے نہ پھسل جائیں کیونکہ وہ عموماً حقیقت حال سے کما حقہٗ واقف نہیں ہوتے۔ مگر اس کے برعکس بارگاہ الٰہی میں معاملہ کچھ دوسرا ہی ہوگا۔ کیونکہ وہ تو علام الغیوب ہیں کہ جہاں تمام ریکارڈ موجود ہوگا۔ اس کے علاوہ بیچارہ مولوی تو صرف نشاندہی کرسکتا ہے، سزا تو اس کے اختیار میں نہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ تو ہر جرم کی نوعیت کے مطابق سزا بھی تجویز فرما سکتے ہیں۔

لیکن ان تمام سے قطع نظر اگر اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی آیت:۔ وكذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا (البقرہ) (اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا) کے پیش نظر کسی نیک مولوی یا نبی مرسل کو اتمام حجت کے لئے بطور شاہد حاضر باش بننے کے لئے حکم فرمادیں تو پھر مرزا صاحب خود ہی بتلائیں کہ اُن پر اور ان کی خاناں برباد اولاد پر کیا بیتے گی؟ کیا مرزا صاحب یہ جرأت اور حوصلہ رکھتے ہیں کہ الٰہی وکیل کے خلاف بارگاہ الٰہی میں جرح کریں گے؟؟؟؟

امید ہے کہ مرزا صاحب اس پر ٹھنڈے دل سے غور فرمادیں گے اور اپنی سابقہ روش سے رجوع فرماکر توبہ کرلیں گے۔ آمین۔

بقیہ ختم نبوت فی الکلمۃ الطیبہ

۲۔ دلیل انوری

مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "اکفار الملحدین" میں ایک مُردے کی شہادت ذکر فرمائی ہے، جس نے زندہ ہوکر ختم نبوت والی رسالت کا ذکر فرمایا تھا۔ اس واقعہ کی روشنی میں کلمہ شریف کا معنیٰ یہ ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری رسُول ہیں اور نبوت جنابؐ پر ختم ہے۔

۵۔ دلیل اقبالی

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے بعد بیان جاری فرمایا تھا کہ ایمان وکفر کی سرحد مسئلہ ختم نبوت ہے، اقوام عالم میں بہت سی قومیں توحید کا اقرار کرتی ہیں اور کافر ہیں لہٰذا توحید سرحد کفر واسلام نہیں بن سکتی اور بہت سی قومیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول تو تسلیم کرتی ہیں اور خاتم الانبیاء نہیں مانتیں وہ بھی کافر ہیں، لہٰذا ایمان کا رکن رکین مسئلہ ختم نبوت ہے، اس بیان کی روشنی میں کلمہ طیبہ کا معنیٰ یہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے بعد کوئی لائق عبادت نہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے آخری رسول ہیں اور نبوت کا سلسلہ محمدؐ پر ختم ہے

آپ کی شکایات

ایک کھلا خط

بخدمت اقدس جناب ایڈمنسٹریٹر صاحب اسلام آباد

جناب عالی!

سلائی مرکز برائے خواتین اسلام آباد موجودہ اسلامی حکومت کا ایک سنہرا کارنامہ ہے۔ جس سے بیشتر غرباء، یتامٰی، مساکین اور بیوائیں مستورات، معقول وظیفہ کے ساتھ سلائی کا اتنا ہنر سیکھ جاتی ہیں کہ اس ادارہ کی جانب سے عطا کردہ سلائی مشین پر باعزت روزی کماتی ہیں۔ اس احسن اقدامات پر ابنائے اسلام صدر مملکت اور انتظامیہ کیلئے بارگاہ خداوند قدوس میں ہر لمحہ دست بدعا ہیں۔

اب اس دوائے کامل شفا میں ایک ایسا کیپسول رکھ دیا گیا ہے جو بظاہر خوبصورت مگر اندر کے جملہ اجزاء زہر ہلاہل ہیں۔ یہ اہم اور انتہائی سنگین مسئلہ آپ کی ذاتی توجہ کا طالب ہے۔ اس خالصتاً مذہبی ادارہ میں جہاں فقط مسلمان خواتین تربیت حاصل کرتی ہیں۔ وہاں تربیت دینے کے لئے جو چیف لیڈی انسٹرکٹر ہے وہ غیر مسلم، دشمن ناموس رسول، مرتد اسلام، قادیانی ہے۔ جس کا زکوٰۃ فنڈ سے چلنے والے فلاحی ادارہ سے تنخواہ لینا خلاف شریعت اور خلاف قانون ہے، یہ لیڈی انسٹرکٹر تربیت پذیر سادہ لوح، مجبور نادار، اور کم علم مسلمان خواتین کو قادیانیت کے مکروہ ناپاک اور پُرفریب درس دیتی رہتی ہے۔ جب یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ قادیانی خارج از اسلام ہیں تو رکن اسلام پر قائم کئے ہوئے اس امدادی ادارہ میں قادیانی چیف انسٹرکٹر کیا خلاف مسلمین ایک سوچی سمجھی گھناؤنی سازش نہیں ہے؟

ہم آپ سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ اس انسٹرکٹر کی گمراہ کن ریشہ دوانیوں کی جڑیں مضبوط ہونے سے قبل ہی اس معصوم ادارہ سے نکال باہر پھینکیں۔ جزاک اللہ تعالیٰ

العارض (۱) ملک غلام شبیر۔ چیئرمین مسجد کمیٹی مرکزی جامع مسجد النور ۱۳۔

(۲) راجہ اللہ دتہ خان جنرل سیکرٹری مرکزی جامع مسجد النور ۱۳۔

(۳) سید صابر حسین شاہ جیلانی 8/5-C

(۴) رانا عبدالکریم 11/6-C

(۵) عبدالمجید 11/6-C

(۶) محمد حیات 3/5-D

(۷) راجہ غلام فرید 44/8-D

(۸) ملک مقبول احمد 36/8-D

(۹) نواب خان 34/3-D

(۱۰) شیخ منظور حسین 7/1-E

(۱۱) ظفر اللہ چوہدری 6/4 E

(۱۲) رفیق احمد 7/6 [illegible]

(۱۳) [illegible]

(۱۴) [illegible]

(۱۵) شبیر احمد 13/4 E

(۱۶) محمد اقبال 10/4 D

(۱۷) خالد پرویز 13/3-D

KINGDOM OF SAUDI ARABIA
MINISTRY OF HIGHER EDUCATION
UMM AL-QURA UNIVERSITY
MAKKAH ALMUKARRAMAH
Arabic Language Institute

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية
وزارة التعليم العالي
جامعة أم القرى
مكة المكرمة
معهد اللغة العربية

الرقم REF
التاريخ ١٤٠٤/١١/٢٩هـ DATE
الموافق
المشفوعات

صاحب الفضيلة الشيخ عبدالرحمن يعقوب باوا حفظه الله

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته . وبعد ،

فان الفرصة الثمينة التي أتحتموها لنا بزيارة مجلس تحفظ ختم النبوة بباكستان - كراتشي . تركت في نفوسنا انطباعا حسنا لما يقوم به مجلسكم الموقر من أعمال اسلامية جليلة نعتز بها وبأمثالها في عالمنا الاسلامي . ولقد سرنا نشاط مجلسكم في مجال البحث العلمي واصدار الكتب التي اخذ مؤلفوها يردون دعاوى الضلال بالحجة البالغة وان اصدار مجلة اسبوعية باسم (ختم نبوت) لهو أكبر دليل على عزمكم وتصميمكم في محاربة البدع ودحر مروجيها . أسأل الله سبحانه وتعالى أن يتولانا جميعا برعايته وتوفيقه . وقل اعملوا فسيرى الله عملكم ورسوله والمؤمنون .

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته ؛

مدير دورة تدريب واعداد معلمي
اللغة العربية والثقافة الاسلامية
بوفاق المدارس العربية بباكستان
لعام ١٤٠٤هـ

د. محمد مريسي الحارثي

صندوق بريد ٢٧١٢
برقيا جامعة أم القرى مكة
التكس عربي ٤٤٠٠٤١ ملك جامعة

سنترال - (٥٥٦٤٧٧٠) ٠٢
Operator : 02 — 5564770

P.O BOX 3712
CABLE JAMEAT UMM AL - QURA MAKKAH
TELEX 440026 JAMMKA SJ

جامعہ اُم القریٰ مکۃ المکرمہ

المملکۃ العربیۃ السعودیہ

وزارت تعلیم عالی ۔

۲۹ ذی قعدہ ۱۴۰۴ھ

محترم عبدالرحمٰن یعقوب باوا صاحب ، حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد

آپ نے جو دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ۔ کراچی کی زیارت کرنے کے لیے ہمیں قیمتی فرصت عنایت فرمائی ۔ اس ملاقات وزیارت سے ہم نے اچھے اثرات لیے ہیں ۔

اسلام کے جن اعمال جلیلہ کی خدمت آپ کی مؤقر مجلس سرانجام دے رہی ہے ہم عالم اسلام میں ایسی اور اس جیسی (تنظیموں) پر فخر کرتے ہیں ۔ علمی بحث اور ایسی کتابیں (کہ جن کے مؤلفین حضرات ، گمراہ کن دعاوی پر حجۃ بالغہ سے رد کرتے ہیں) کے شائع کرنے کے میدان میں آپ کی مجلس کی کوششوں سے ہمیں مسرت حاصل ہوئی ۔

مجلس کراچی کی طرف سے "ختم نبوت" کے نام سے ہفت روزہ رسالہ کا نکالنا ، باطل اور باطل کو پھیلانے والوں کے خلاف جنگ آپ کے عزم صمیم کی بڑی دلیل ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کے لئے اپنی رعایت اور توفیق کے ساتھ والی ہوں (اور آپ کہہ دیجئے کہ عمل کئے جاؤ ۔ سو ابھی دیکھے لیتا ہے تمہارے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ اور اہل ایمان ۔ التوبہ : ۱۰۵)

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان میں لغۃ العربیہ اور ثقافت اسلامیہ کے معلمین کے اعداد وتدریب کے دورہ کے مدیر

ڈاکٹر محمد مرلیسی الحارثی

مولانا عبدالرحمٰن کنڈو

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ اور علامہ اقبالؒ

ترجمان الحقائق علامہ اقبال مرحوم نہ صرف حضرت شاہ صاحب کی علمی بصیرت، دقت نظر، وسعت معلومات، اور علوم و فنون میں جامعیت کے معترف و قدردان تھے۔ بلکہ آپ حضرت شاہ صاحب کی نگاہ التفات کے خواستگاروں میں سے تھے اور اس بحر ذخار سے برابر فیضیاب ہوتے رہتے تھے، اس علمی تعلق کا اعتراف علامہ مرحوم نے خود کیا ہے۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی اس حقیقت کی طرف اشارے کئے ہیں۔ آپ کے تلمیذ ارشد مولانا محمد انوری لائل پوری مرحوم کا بیان ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ خود فرماتے تھے کہ جتنا استفادہ مجھ سے ڈاکٹر اقبال نے کیا ہے کسی مولوی نے نہیں کیا۔

ملاحظہ ہو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند اپریل ۱۹۶۵ء

خود علامہ مرحوم کو علوم قرآن و حدیث پر کافی دسترس حاصل تھی انہوں نے عربی اور فارسی مولانا میر حسن سیالکوٹی مرحوم سے باقاعدہ پڑھی تھی اس لئے انہیں شاہ صاحب سے استفادہ کرنے میں کوئی مشکل درپیش نہ تھی۔

علامہ اقبالؒ اور حضرت شاہ صاحبؒ کے تعلقات کا باضابطہ آغاز اکتوبر ۱۹۲۱ء سے ہوتا ہے' اس سلسلے میں ڈاکٹر عبداللہ چغتائی راوی ہیں کہ:۔

ہندوستان میں سیاسی طور سے ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۲ء تک کا زمانہ بڑے ابتلاء کا زمانہ تھا۔ چنانچہ جمعیۃ علمائے ہند نے تجویز کیا کہ ایک عام جلسہ ان سیاسی حالات کے تحت کیا جائے۔ اس کے روح رواں (پنجاب کے) ہردلعزیز لیڈر، مولانا عبدالقادر قصوری وکیل (لاہور) تھے۔ اور یہ عظیم الشان جلسہ اکتوبر ۱۹۲۱ء میں لاہور کے بریڈلاہال میں منعقد ہوا۔ راقم نے اتنے علماء دین کا مجمع پھر نہیں دیکھا اور نہ آج تک پھر ایسا جلسہ ہی ہوا۔ اس جلسے کی صدارت مولانا ابوالکلام آزاد نے کی تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس جلسہ کے افتتاح پر قرأت مولانا طاہر دیوبندی نے کی تھی۔ اور صدر جلسہ مولانا آزادؒ کی تجویز کی تائید میں کئی علماء نے تقریریں کی تھیں۔ مگر وہ تقریر جو مرحوم مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا فاخر کانپوری نے کی تھی وہ ایک شاہکار تھی۔ خطبہ صدارت کو مولانا ابوالکلام آزاد نے خود اور کچھ حصہ کو مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی اور کچھ حصہ کو مولانا عبدالعلیم انصاری نے پڑھا تھا۔ اسی جلسہ میں اول مرتبہ میں نے خود علامہ اقبالؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا تعارف کرایا تھا۔

(ملاحظہ ہو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مارچ ۱۹۶۵ء)

اس کے بعد اقبال اور مولانا انور شاہؒ کی متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔ اقبال کی شدید خواہش تھی کہ لاہور میں کسی مستند عالم کو مستقل قیام کی دعوت دی جائے تاکہ علامہ خود اور اہل لاہور اس سے استفادہ کرسکیں کیونکہ اقبال کے نزدیک لاہور میں ایک متنفس بھی ضروریات اسلامی سے آگاہ نہیں تھا۔ اور پنجاب علمی طور پر بانجھ تھا۔ چنانچہ اکبر الٰہ آبادی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

"یہاں لاہور میں ضروریات اسلامی سے ایک متنفس بھی آگاہ نہیں۔ یہاں انجمن اور کالج اور فکر مناسب کے سوا اور کچھ نہیں۔ پنجاب میں علماء کا پیدا ہونا بند ہوگیا ہے۔ صوفیاء کی دوکانیں ہیں مگر وہاں سیرت اسلامی کی متاع نہیں بکتی"

ایسے میں علامہ اقبالؒ کی نظر انتخاب برصغیر ہند و پاک کی دو عظیم المرتبت شخصیات پر پڑی۔ جنہیں لاہور میں مستقل قیام کی دعوت دی جا سکے۔ ایک استاذ کل اور علوم اسلام کی جوئے شیر کا فرہاد مولانا سید سلیمان ندویؒ اور دوسرے دنیائے اسلام کے جید ترین محدث وقت مولانا محمد انور شاہ کاشمیریؒ۔ لیکن بدقسمتی سے یہ دونوں بزرگ لاہور نہ آ سکے۔ یہ ۱۱ جنوری ۱۹۲۲ء کی بات ہے۔ جب اقبال نے مولانا انور شاہؒ کے قیام کے انتظامات کرلئے تھے۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی مزید لکھتے ہیں کہ:۔

"ایک مرتبہ علامہ انور شاہؒ صاحب لاہور میں اتفاق سے تشریف لائے۔ اور راقم کے مکان کے قریب تکیہ سادھواں (اندرون موچی دروازہ رنگ محل لاہور) پیر عبدالغفار شاہ صاحبؒ[1] (المتوفی [illegible]) کے ہاں مہمان تھے۔ اس وقت ادھر آپ کی موجودگی میں لاہور میں علامہ اقبال نے ہر دو انجمنوں سے معاملہ فہمی بھی کرلی تھی کہ اگر آپ یہاں تشریف لے آئیں تو آپ خطیب بادشاہی مسجد اور ادھر اسلامیہ کالج میں علوم دینی اسلام کے سربراہ ہوں گے"

مارچ ۱۹۲۵ء میں جب مولانا انور شاہ انجمن خدام الدین لاہور کے اجلاس میں شرکت کیلئے لاہور آئے تو اقبالؒ نے انہیں یہ خط لکھا:

لکھا:۔ ۱۳ مارچ ۱۹۲۵ء

"مخدوم و مکرم حضرت قبلہ مولانا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مجھے ماسٹر عبداللہ سے ابھی معلوم ہوا ہے کہ آپ انجمن خدام الدین کے جلسہ میں تشریف لائے ہیں۔ اور ایک دو روز قیام فرمائیں گے میں اسے اپنی بڑی سعادت تصور کروں گا۔ اگر آپ کل شام اپنے دیرینہ مخلص کے ہاں کھانا کھائیں۔ جناب کی وساطت سے حضرت مولوی حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ عثمانی۔ حضرت مولوی شبیر احمد صاحب اور جناب مفتی عزیز الرحمٰن کی خدمت میں بھی یہی التماس ہے مجھے امید ہے کہ جناب اس عریضہ کو شرف قبولیت بخشیں گے۔ آپ کو قیام گاہ سے لانے کے لئے سواری یہاں سے بھیج دی جائے گی"۔

ڈاکٹر عبداللہ چغتائی اس ملاقات کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں

"مارچ ۱۹۲۵ء میں لاہور میں انجمن خدام الدین کے زیر اہتمام ایک جلسہ ہوا۔ اس انجمن کے روح رواں مولوی احمد علی تھے جس میں خصوصیت سے علماء دیوبند مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانیؒ اور مفتی عزیز الرحمٰن وغیرہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے ہاں ایک خاص دعوت رات کے وقت کی تھی۔ جس میں ان تمام علماء کرام نے شرکت کی تھی۔ ان میں مرحوم مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ بھی مدعو تھے۔ اور علامہ اقبال کے سامنے اس وقت محض یہ مدنظر تھا کہ کسی طرح علامہ انور شاہ صاحبؒ کو ان سے استفادہ کرنے کے لئے مستقل طور پر یہاں بلایا جائے"

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مارچ ۱۹۷۵ء)[2]

۱۹۲۶ء میں جب حضرت شاہ صاحبؒ دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوئے تو علامہ اقبال مرحوم کو اس سے خوشی ہوئی۔ خوشی اس لئے ہوئی کیونکہ آپ کو خیال تھا کہ شاید اب مولانا قیام لاہور پر راضی ہو سکیں گے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب نے اپنے رفقاء خصوصاً مولانا محمد بن موسیٰ سملکی کے اصرار پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو اپنے فیوض و برکات کا مرکز بنایا۔ بہرحال اس سلسلے میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی رقمطراز ہیں!

دارالعلوم دیوبند میں اختلافات کے باعث جب حضرت الاستاذ نے اپنے عہدہ صدر الاساتذہ سے استعفیٰ دیا اور یہ خبر اخبارات میں بھی چھپی تو اس کے چند روز بعد (میں) ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمانے لگے کہ آپ کا اور دوسرے مسلمانوں کا جو بھی تاثر ہو۔ میں بہرحال استعفیٰ کی خبر پڑھ کر بہت خوش ہوا ہوں میں نے بڑے تعجب سے عرض کیا! کیا آپ کو دارالعلوم دیوبند کے نقصان کا کچھ ملال نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ مگر دارالعلوم کو تو صدر المدرسین اور بھی مل جائیں گے اور یہ جگہ خالی نہ رہے گی۔ لیکن اسلام کے لئے جو کام میں شاہ صاحب سے لینا چاہتا ہوں اس کو سوائے شاہ صاحب کے کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد انہوں نے اسی اجمال کی تفصیل یہ بیان کی کہ آج اسلام کی سب سے بڑی ضرورت فقہ کی جدید تدوین ہے۔ جس میں زندگی

---

[1] خاندان مسعودی میں پیر عبدالغفار شاہ صاحبؒ ایک خدا دوست بزرگ گذرے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب نویں پشت پر حضرت شاہ صاحبؒ کے سلسلہ نسب کے ساتھ جا ملتا ہے

[2] ملاحظہ ہو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مارچ ۱۹۷۵ء مضمون جناب قاضی افضل حق قریشی۔

کے سینکڑوں ہزاروں مسائل کا صحیح حل پیش کیا گیا ہو جن کو دنیا کے موجودہ قومی، اور بین الاقوامی، سیاسی، اور سماجی احوال وظروف نے پیدا کر دیا ہے۔ مجھ کو پورا یقین ہے کہ اس کام کے لئے میں اور شاہ صاحب دونوں مل کر ہی کچھ کام کر سکتے ہیں۔ ہم دونوں کے علاوہ کوئی اور شخص اس وقت عالم اسلام میں ایسا نظر نہیں آتا جو اس عظیم ذمہ داری کا حامل ہو سکے۔ پھر فرمایا یہ مسائل کیا ہیں؟ اور ان کا سرچشمہ کہاں ہے؟ میں ایک عرصہ سے ان کا بڑے غور سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ یہ سب مسائل میں شاہ صاحب کے سامنے پیش کروں گا اور ان کا صحیح اسلامی حل کیا ہے یہ شاہ صاحب بتائیں گے۔ اس طرح ہم دونوں کے اشتراک وتعاون سے فقہ جدید کی تدوین عمل میں آجائے گی (حیات انور ص ۱۶۵، ۱۶۶)

بہر حال جب حضرت شاہ صاحب نے دارالعلوم دیوبند سے علیحدگی اختیار کی تو اقبال مرحوم نے انہیں ایک تفصیلی تار دیا اور انہیں لاہور آنے کے لئے اصرار کیا، اس سلسلے میں مولانا عبدالرشید صاحب ارشد، مولانا عبدالحنان ہزاروی کی زبانی یوں رقمطراز ہیں

" جب حضرت شاہ صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ دے دیا۔ میں ان دنوں لاہور آسٹریلیا جامع مسجد میں خطیب تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے دیوبند ایک تفصیلی تار دیا جس میں شاہ صاحب سے درخواست کی گئی تھی کہ اب آپ لاہور تشریف لے آئیں اور یہیں قیام فرمائیں۔ جوابی تار تھا جس کا کوئی جواب نہیں آیا۔ جس پر ڈاکٹر صاحب نے مجھ کو دیوبند بھیجا کہ تم جا کر زبانی عرض کرو۔ میں گیا تو معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کو وہ تار اس وقت دیا گیا جب ڈابھیل والوں نے اصرار کر کے وہاں تشریف لے جانے پر رضامند کر لیا تھا۔ میں ملا تو فرمایا افسوس کہ آپ کا پیغام بعد میں ملا اور میں ڈابھیل والوں سے وعدہ کر چکا ہوں۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مارچ ۷۶ء ص ۳۰)

بہر حال حضرت شاہ صاحب اگرچہ لاہور نہ جا سکے لیکن اس کے باوجود علامہ اقبال مرحوم ان سے برابر استفادہ کرتے رہے۔ اس سلسلے میں مولانا قاری محمد طیبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

" علامہ اقبال مرحوم کے خیالات کی بہت حد تک اصلاح حضرت ممدوح کے ارشادات سے ہوئی۔ ان کے آٹھ آٹھ صفحات کے خطوط سوالات وشبہات سے پُر آتے تھے اور حضرت ان کے شافی جوابات لکھتے۔ جس سے ان کے قلب کی راہ بنتی چلی گئی " (حیات انور ص ۱۲۵)

لیکن بدقسمتی سے علم وعمل کے ان دو سرمایہ داروں کی خط وکتابت نامعلوم وجوہات کی بناء پر محفوظ نہ رہ سکی۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا ایک منظوم رسالہ " ضرب الخاتم علیٰ حدوث العالم " حدوثِ عالم کی بحث پر ہے، چار سو اشعار پر مشتمل یہ رسالہ حجم میں تو بہت مختصر ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں علم کا ایک سمندر موجود ہے۔

اور جب یہ رسالہ شائع ہوا تو حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کا ایک نسخہ اقبال مرحوم کو بھیجا۔ اس بارے میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی کا بیان ہے کہ " ڈاکٹر صاحب جس ذوق اور جس استعداد کے بزرگ تھے اس کے اعتبار سے ان کے لئے کوئی تحفہ اس چند ورقی رسالہ سے زیادہ قیمتی ہو نہیں سکتا تھا۔ بڑے خوش ہوئے اور پورا رسالہ بڑی توجہ اور غور وفکر کے ساتھ پڑھا۔ میں اس زمانہ میں بسلسلہ طالب علمی لاہور میں مقیم تھا۔ اور گاہے گاہے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی علمی وادبی مجلس سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ ایک صحبت میں ایک دفعہ فرمایا کہ میں تو مولانا انور شاہ صاحب کا رسالہ پڑھ کر دنگ رہ گیا ہوں کہ رات دن قال اللہ وقال الرسول سے واسطہ رکھنے کے باوجود فلسفہ میں بھی ان کو اس درجہ درک وبصیرت اور اس کے مسائل پر اس قدر گہری نگاہ ہے کہ حدوث عالم پر اس رسالہ میں انہوں نے جو کچھ لکھ دیا ہے حق یہ ہے کہ آج کا یورپ کا بڑے سے بڑا فلسفی بھی اس مسئلہ پر اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے وہ رسالہ میرے حوالہ کیا اور فرمایا کہ اس میں چار شعر ایسے ہیں جن کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا میں نے ان پر نشان لگا دیا ہے۔ آپ اب دیوبند جائیں تو یہ نسخہ ساتھ لیتے جائیں اور شاہ صاحبؒ ان اشعار کا مطلب دریافت کرتے آئیں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کے ارشاد کی تعمیل کی۔ دیوبند آکر وہ رسالہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کر کے ڈاکٹر صاحب کا پیغام پہنچا دیا۔ لیکن حضرت الاستاذ نے مجھ کو ان اشعار کا مطلب سمجھانے کے بجائے یہی مناسب خیال فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کو فارسی میں ایک طویل خط لکھیں اور اسی میں ان اشعار کا مطلب بھی تحریر فرما دیں۔ یہ خط میں ہی دستی لے کر لاہور آیا اور ڈاکٹر صاحب کو پہنچا دیا " (حیاتِ انور ص ۱۶۴-۱۶۵)

اسی طرح مسئلہ زمان ومکان ایک عرصہ تک علامہ اقبال کے

مطالعہ کا محور رہا ہے۔ کیونکہ فلسفے میں علامہ اقبال کو اس سے کافی دلچسپی تھی۔ اس سلسلے میں مزید معلومات اور ذاتی آراء حاصل کرنے کے لئے جہاں دیگر محققین کے ساتھ ان کی خط و کتابت جاری تھی وہاں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں نہ صرف خطوط ارسال کئے بلکہ کئی بار حضرت شاہ صاحبؒ سے بالمشافہ بھی ملے اور فلسفہ کے رموز و دقائق پر حضرت شاہ صاحب کے ارشادات سن کر مستفید ہوئے۔

ایک بار اسی مسئلہ زمان و مکان پر حضرت شاہ صاحبؒ اور ڈاکٹر اقبال کے درمیان گفتگو شروع ہوئی، ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اثباتِ باری پر نیوٹن کی اور نیوٹن پر لکھی ہوئی عمدہ کتابیں ہیں۔ اس پر حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا، میں نے اس کی پندرہ پندرہ تصانیف دیکھی ہیں۔ لیکن میں نے اپنی کتابوں "ضرب الخاتم" اور "مرقاۃ الطارم" میں اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے اس کو نیوٹن نہیں پہنچ سکا۔ اسی طرح ایک بار حضرت شاہ صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو علامہ عراقی کا ایک قلمی فارسی رسالہ دیا جس کا نام "غایۃ البیان فی تحقیق الزمان والمکان" ہے۔ پھر شاہ صاحبؒ نے کہا: نیوٹن نے جو کچھ لکھا ہے علامہ عراقی سے لیا ہے۔ اس کی اپنی تحقیق نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہ سن کر حیران رہ گئے۔ یورپ کے اخباروں تک میں بیان دیئے۔

بقیہ بہشتی مقبرہ اور فریب کا دھندا

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان نے اخبار الفضل جلد ۲۴ نمبر ۵۵ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۳۶ء میں اعلان شائع کروایا۔

"بقایا داران موصیان حصہ آمد کے متعلق کئی دفعہ اعلان ہو چکا ہے کہ آخر اکتوبر ۱۹۳۶ء تک جن موصیان حصہ آمد کا بقایا ادا نہ ہوگا۔ یا ادائیگی بقایا کے متعلق نظارت ہذا سے انہوں نے مہلت حاصل نہ کر لی ہو۔ ان کے وصایا برائے منسوخی مجلس کارپرداز میں پیش کر دی جائیں گی مذکورہ بالا اعلانات کے بعد بعض موصیوں کی طرف سے خطوط آئے ہیں کہ ہماری وصایا منسوخ کر دی جائیں۔ ہم بعد میں وصیتیں کر دیں گے۔ اس کے متعلق واضح کر دیا جاتا ہے کہ ایسے موصیوں کی دوبارہ وصایا نہیں لی جائیں گی جو بقایا کی وجہ سے منسوخ کرائیں گے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

بقیہ سجاد شہیدؒ

آمد آمد کرتے کرتے حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے صحابی نے بھی اپنا جسم چھلنی کرا لیا تھا۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ اطلاع ملتے ہی تشریف لائے پشاور، راولپنڈی، فیصل آباد اور ملتان سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے نمائندے بھی پہنچے مرکزی عیدگاہ میں مفتی صاحب مرحوم نے نماز جنازہ پڑھائی اس سے قبل اٹک شہر کی تاریخ میں اتنا بڑا اجتماع کبھی دیکھنے میں بھی نہیں آیا تھا۔ حالانکہ انتظامیہ نے اٹک شہر میں داخل ہونے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر لی تھی اور علاقہ پنجاب سے آنے والے بے شمار علماء اور عوام کے جلوسوں کو بسیاں اور قطبیہ موڑ پر روک دیا تھا۔ جنازہ میں کئی اولیاء اللہ اور فدایان ختم نبوت شامل تھے۔ مقامی پرانے قبرستان میں سجاد شہید کو دفن کیا گیا۔

اگرچہ سجاد شہیدؒ نے ایک عظیم ترین رتبہ حاصل کر لیا تھا۔ لیکن گھر والوں کے لئے تو ان کی جدائی بلاشبہ ایک عظیم حادثہ تھی۔ لیکن صرف ایک ماہ بعد ان کی قربانی رنگ لائی۔ اور بنیادی طور پر وہ مقصد حاصل ہو گیا جس کے لئے ۵۳ء میں ہزاروں افراد نے جام شہادت نوش کیا تھا ہزاروں لوگوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی تھیں شورش مرحوم نے پریس تک ضبط کرائے تھے اور جس مقصد کے لئے لاکھوں افراد نے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں۔ سجاد شہید تحریک ختم نبوت ۷۴ء کے آخری فرد تھے جنہوں نے جام شہادت نوش کیا

WEEKLY **Khatme-Nubbuwat** KARACHI
Registered S. No. 3220

لب پر مرے نعت دمبدم ہے — مجھ پر یہ حضورؐ کا کرم ہے

ویرانۂ دل ہے اس سے آباد — سیراب اسی سے چشم نم ہے

فردوسِ نظر خیال اس کا — لب پر مرے نغمہ حرم ہے

ہر ذرہ ہے جس کا نور ہی نور — اک اس کا دیار محترم ہے.

ہے اس سے چراغ فکر روشن — اس نور کا خوشہ چیں قلم ہے

مجھ پر ہے جو التفات پیہم — اٹھے ہوئے ہاتھ کا بھرم ہے

اب قلب ہے بے نیاز دوراں — اب صبح الم نہ شام غم ہے

حافظ تجھے کون جانتا تھا
تو نعت سے اس کی محترم ہے

حافظ لدھیانوی